جناح شیعہ تھے یا سنی؟

تحریر: خالد احمد

1947 کے بعد ریاست پاکستان نے دوسری باتوں کے علاوہ اس بات کو بھی تسلیم کرنے سے انکار کردیا کہ ملک کی آبادی شیعہ اور سنی میں منقسم ہے۔ بعد میں ہونے والی مردم شماری میں صرف مسلم اور غیر مسلم کا لحاظ رکھا گیا مگر دیگر فرقوں کو نظر انداز کر دیا گیا۔ یہ اس بات کی غمازی کرتا تھا کہ ریاست فرقوں کی بنیاد پر لوگوں سے امتیازی سلوک نہیں کرے گی۔ ریاست کے بانی قائداعظم محمد علی جناح اگرچہ شیعہ اثناء عشری فرقے سے تعلق رکھتے تھے اور انہوں نے اسماعیلی فرقے کو ترک کیا تھا مگر وہ عوام میں بالعموم خود کو شیعہ یا سنی کہلوانا پسند نہیں کرتے تھے۔ جب بھی ان سے انکے مسلک یا فرقے کے بارے میں دریافت کیا جاتا تو وہ پوچھتے کہ کیا حضرت محمدﷺ شیعہ تھے یا سنی؟ مگر جب 1948 میں ان کا انتقال ہوا تو انکی ہمشیرہ محترمہ فاطمہ جناح کیلئے ضروری ہو گیا کہ وہ ان کو شیعہ مسلک کا پیروکار ثابت کریں تاکہ قائداعظم کی وصیت کے مطابق ان کی جائداد ان کو وراثت میں منتقل ہو سکے۔ انہوں نے سندھ ہائی کورٹ میں اپنے اور وزیراعظم پاکستان لیاقت علی خان کی طرف سے ایک مشترکہ حلف نامہ داخل کیا جسمیں قائداعظم کو خوجہ اثناء عشری مسلمان بتایا گیا اور یہ استدعا کی گئی کہ ان کی وصیت پر شیعہ مسلک کے وراثتی قوانین کے تحت عملدرآمد کیا جائے۔ عدالت نے ان کی درخواست منظور کر لی۔ مگر 6 فروری 1968 کو محترمہ فاطمہ جناح کے انتقال کے بعد ان کی بہن شیریں بائی نے ہائی کورٹ میں ایک درخواست دائر کی اور محترمہ فاطمہ جناح کی جائداد پر شیعہ وراثتی قوانین کے تحت دعویٰ داخل کیا۔ ان کے دعوے کی بنیاد اس بات پر تھی کہ مرحومہ کا تعلق شیعہ مسلک سے تھا۔

محترمہ فاطمہ جناح کی عزت اور وقار کی وجہ سے ان کو ان کے بھائی کی کل جائیداد کا اختیار دے دیا گیا تھا اور انہوں نے اپنے انتقال کے وقت تک تمام جائیداد اپنے تصرف میں رکھی۔ انکے انتقال کے بعد ان کی بہن شیریں بائی بمبئی سے کراچی پہنچیں اور اسماعیلیت ترک کر کے اثناء عشری شیعہ مسلک اختیار کیا اور اسکے بعد جناح کی جائیداد پر اپنا دعویٰ داخل کیا۔ جناح کے خاندان کے دوسرے افراد جو اس وقت تک اسماعیلی فرقے کے پیروکار تھے انہوں نے جناح کے شیعہ ہونے کی حیثیت کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ عدالت عالیہ جو اس سے پیشتر محترمہ فاطمہ جناح کی درخواست کو منظور کر چکی تھی، نے اس بار بانی پاکستان کو شیعہ تسلیم کرنے سے گریز کیا۔ یہ بات کہنے کی ضرورت نہیں کہ یہ مقدمہ کراچی میں ابھی تک تصفیہ طلب ہے۔

عدالت کی کاروائی سے اس بات کی تصدیق ہوتی ہے کہ قائداعظم کی آخری رسومات ان کی بہن محترمہ فاطمہ جناح نے اپنے بھائی کے انتقال کے فوری بعد ادا کی تھیں۔ گواہ سید انیس الحسنین جو کہ ایک شیعہ عالم تھے انہوں نے حلفا کہا کہ انہوں نے محترمہ فاطمہ جناح کے کہنے پر جناح کے غسل میت کا انتظام کیا تھا۔ انہوں نے گورنر جنرل ہاؤس کے ایک کمرے میں قائداعظم کی نماز جنازہ پڑھائی تھی جس میں ممتاز شیعہ اکابرین یوسف ہارون، ہاشم رضا اور آفتاب حاتم علوی موجود تھے۔ جب کہ لیاقت علی خان جو کہ سنی مسلک سے تعلق رکھتے تھے کمرے کے باہر انتظار کر رہے تھے۔ شیعہ عقیدے کے مطابق رسومات ادا ہونے کے بعد قائداعظم کے جسد خاکی کو حکومت کے سپرد کر دیا گیا تھا اور دیوبند مکتب سے علیحدہ ہونے والے ایک عالم مولانا شبیر احمد عثمانی، جنہوں نے کچھ عرصہ قبل ہی شیعوں کو مرتد قرار دیا تھا، نے سنی طریقے کے مطابق نماز جنازہ ادا کی۔ مولانا شبیر احمد عثمانی قائداعظم کی تحریک پاکستان کے حامی تھے۔ قائداعظم کی نماز جنازہ اس میدان میں ادا کی گئی جہاں بعد میں ان کا مزار تعمیر کیا گیا۔ دیگر گواہان نے اس بات کی تصدیق کی کہ محترمہ فاطمہ جناح کے انتقال کے بعد ان کی رہائش گاہ موہٹہ پیلس سے علم اور پنجہ دریافت ہوئے تھے۔

1968 میں سندھ ہائی کورٹ کے سامنے پیش ہونے والے گواہان جنہوں نے قائداعظم کے مسلک کے بارے میں رسمی بیان دیا ان میں قائداعظم کے خاندانی دوست اور معتمد اعزازی جناب آئی ایچ اصفہانی اور قائداعظم کے پرائیوٹ سیکریٹری جناب مطلوب الحسن سید شامل تھے۔ مطلوب الحسن سید 1944 سے لیکر 1949 تک قائداعظم کے پرائیوٹ سیکریٹری رہے۔ اصفہانی صاحب نے اس بات کا اظہار کیا کہ قائداعظم نے 1936 میں خود ان سے کہا تھا کہ وہ اور انکے گھر کے دیگر افراد انکے 1894 میں ان کے انگلینڈ سے واپس لوٹنے کے بعد شیعہ مذہب کے پیروکار ہوگئے تھے۔ انہوں نے بتایا کہ جناح نے رتی بائی، جو کہ ایک پارسی کاروباری شخصیت کی بیٹی تھیں ان سے شیعہ طریقے کے مطابق شادی کی تھی۔ رتی بائی کے وکیل بمبئی کے ایک شیعہ عالم تھے جبکہ جناح کے وکیل انکے شیعہ دوست راجہ صاحب محمود آباد تھے۔ (راجہ صاحب جناح کے ایک قریبی دوست تھے مگر اعتقادات کے معاملے میں وہ جناح سے یکسر مختلف تھے) مگر انہوں نے اس بات کو تسلیم کیا کہ بمبئی کے الیکشن میں قائداعظم کے مقابل امیدوار شیعہ کانفرنس سے تعلق رکھتے تھے۔

جب محترمہ فاطمہ جناح کا انتقال 1967 میں کراچی میں ہوا تو اصفہانی صاحب وہاں ذاتی طور پر موجود تھے۔ اور انہوں نے ہی موہٹہ پیلس میں شیعہ طریقے کے مطابق میت کو غسل دینے اور جنازے کا اہتمام کیا تھا قبل اس کے کہ مرحومہ کا جسد خاکی حکومت کے سپرد کر دجائے، سنی طریقے کے مطابق ان کی نماز جنازہ پولوگراؤنڈ میں ادا کی تھی۔ اس کے بعد ان کو ان کے بھائی کی قبر کے پہلو میں ایک جگہ دفن کر دیا گیا جس کا انتخاب اصفہانی صاحب نے کیا تھا، شیعہ عقیدے کے مطابق جب مرحوم کے جسد خاکی قبر میں اتار گیا تو تلقین کی رسم بھی ادا کی گئی۔ جب محترمہ فاطمہ جناح کے عزیز و اقارب نے شیعہ طریقے کے مطابق جنازے کی رسومات ادا کرنے کے بعد ان کے جسد خاکی کو حکومت کے سپرد کیا تو انکے جنازے نے ایک فضول ڈرامائی شکل میں اختیار کرلی، فیلڈ مارشل ایوب خان اپنی ڈائری میں لکھتے ہیں:

11 جولائی 1967: میرے ملٹری سیکریٹری میجر جنرل رفیع کراچی سے واپس لوٹے، وہ محترمہ فاطمہ جناح کے جنازے میں میری نمائندگی کرنے گئے تھے انہوں کہا کہ باشعور لوگ اس بات پر بہت خوش تھے کہ حکومت نے مرحومہ کو بہت اہمیت دی مگر بالعموم لوگوں کا رویہ بہت خراب رہا۔ ابتدائی طور پر ایک نماز جنازہ ان کی رہائشگاہ پر غالباً شیعہ طریقے کے مطابق ادا کی گئی۔ اس کے بعد ایک نماز جنازہ عوام الناس کیلئے پولوگراؤنڈ میں ہوئی تھی۔ ایک بحث شروع ہوگئی کہ جنازے کی نماز سنی امام پڑھائے گا یا شیعہ، بالاخر بدایونی کو نماز پڑھانے کے لئے کہا گیا جیسے ہی انہوں نے پہلا فقرہ کہا ان کے پیچھے سے ہجوم منتشر ہوگیا جس پر وہ اور دوسرے افراد وہاں سے چلے گئے اور میت وہیں رکھی رہ گئی۔ بمشکل تمام میت کو ایک گاڑی کے ذریعے قائداعظم کے مزار کے احاطے میں لایا گیا جہاں انہیں دفن کردیا گیا۔ وہاں پر بڑا مجمع اکٹھا ہوگیا تھا جو تدفین کی جگہ پر آنا چاہتے ہیں مگر جگہ کی کمی کی وجہ سے ایسا کرنا ناممکن تھا۔ انکار پر طالب علموں اور غندہ عناصر نے پولیس پر پتھراؤ کرنا شروع کردیا۔ پولیس کو لاٹھی چارج اور آنسوگیس کا حملہ کرنا پڑا۔ مزار کا احاطہ پتھروں سے اٹا پڑا تھا لوگوں کی وحشت اور غیر ذمہ داری تو دیکھیے کہ ایسی جگہ بھی ان کی توڑ پھوڑ سے محفوظ نہیں رہی۔

بشکریہ

فرائیڈے ٹائمز